شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

بہترین استاد کی خوبیاں اور ذمہ داریاں

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی عاملہ وشوریٰ کے فیصلہ کے مطابق جامعہ عثمانیہ نوتھیہ پشاور میں تدریب المعلمین کے سلسلہ میں ۱۲ فروری ۲۰۰۸ء سے ۱۵ فروری ۲۰۰۸ء تک صوبہ سرحد کے مدارس کی سطح پر وفاق سے ملحقہ اداروں کے اساتذہ کا اجتماع ہوا۔ جس میں بنین کے جامعات اور درجہ عالیہ کے اداروں کے دو دو نمائندے کثیر تعداد میں شریک تھے۔ ۱۳ فروری کی مجلس سے جو خطاب مقالہ کی صورت میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ نے فرمایا افادۂ عام کیلئے شائع کیا جارہا ہے۔............(ادارہ)

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على من لانبى بعده ولارسالة بعده ولانبوة بعده وعلى اله وصحبه شموس الهداية واعلام الهدىٰ . اما بعد. فاعوذبالله من الشيطان الرجيم O بسم الله الرحمن الرحيمO الرحمن . علّم القرآن O. خلق الانسان O علّمه البيان (سورة رحمان ١. ٤)

وقال تعالىٰ اقرأ وربك الأكرم الذى علّم بالقلمO علّم الانسان مالم يعلم (سورة العلق ٣. ٥)

حضرات علماء کرام۔اللہ تعالیٰ کے ہم سب پر لامتناہی انعامات اور احسانات ہیں کہ انہوں نے ہمیں انسان پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ سردار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وراثت سے نوازا یہ علم دین سردار دوعالم ﷺ کی وراثت ہے۔

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: **نحن معشر الانبياء لانورث ديناراً ولادرهما انما نورث العلم فمن أخذه اخذ بحظ وافر (الحديث)** ہم انبیاء کرام کی جماعت وراثت میں دراھم اور دینار نہیں چھوڑتے بیشک ہم وراثت میں علم چھوڑتے ہیں لہذا جس نے علم حاصل کیا اس کو میراث کا وافر حصہ مل گیا۔

یہ علم دین رسول اللہ ﷺ کا ترکہ ہے اور جس کو یہ وراثت مل جائے تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو خیر کثیر عطا فرمایا۔

ارشاد ربانی ہے : **من يوتى الحكمة فقد اوتى خيرا كثيراً (الاية)** جس کو حکمت عطاء کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کیا گیا' مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ میں حکمت سے مراد علم دین ہے اور یہ دولت اللہ تعالیٰ صرف اس شخص کو عطا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو اور اللہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے۔ چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ **من يردالله به خيراً يفقهه فى الدين (صحيح بخارى و مسلم وابن ماجة)**

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو

رسول اللہ ﷺ کی عظیم اور بیش قیمت ترکہ جو بنص قرآنی خیر کثیر ہے عطا فرمایا آپ حضرات اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں عظیم لوگ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں اور بہترین خلف رشید وہ ہوتا ہے۔ جو اپنے مورث کے ترکہ کو صحیح اور درست طریقے پر استعمال کرے' اس کے بتائے ہوئے طریقے پر اور اس کی ہدایات کے مطابق خود بھی چلے اور مورث کے اس ترکہ کو بھی استعمال کرے۔

درس تدریس کی اہمیت: آپ حضرات مدرسین اور معلمین ہیں' مدرس اور معلم ہونا ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ سب سے اول معلم اللہ تعالیٰ کی خود ذات اقدس ہے۔ قرآن پاک میں جا بجا اللہ تعالیٰ نے اس صفت کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے کبھی فرماتے ہیں کہ **الرحمٰن علّم القرآن خلق الانسان علّمه البيان**

تو کبھی فرماتے ہیں **اقراء و ربک الاکرم الذی علّم بالقلم علّم الانسان مالم یعلم**

اور دوسرے نمبر پر یہ صفت اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں حضرات انبیاء کرام کو دی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کی رہنمائی اور ان کو راہ راست پر لانے کیلئے معلم بنا کر مبعوث فرمایا اور خصوصاً ہمارے پیارے نبی فخر دو عالم رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس عظیم صفت سے نوازا۔ فخر دو عالم ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے: **انّما بعثت معلما لاتمم مکارم الاخلاق** (الحدیث) کہ مجھے معلم اور استاد بنا کر بھیجا گیا اور اس لئے بھیجا گیا کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کرسکوں۔

معلم اور استاد بننا بہت بڑی سعادت ہے۔ اور اس سلسلے کو جاری رکھنا صدقہ سے بھی افضل ہے۔ ابن ماجہ شریف میں حضرت ابو ہریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **افضل الصدقة ان تعلّم المرء المسلم ثم یعلّمه اخاه (المسلم)** بہترین صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان شخص علم دین حاصل کرے اور پھر اپنے مسلمان بھائی کو اس کی تعلیم دے۔ اور جو شخص درس و تدریس کیساتھ وابستہ ہوتا ہے اس کو 70 صدیقین کے برابر ثواب ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **من تعلّم باباً من العلم لیعلّم الناس اعطی ثواب سبعین صدیقاً** (الترغیب والترہیب ۱/۵۴) جس نے علم کا ایک باب اس نیت سے سیکھا کہ وہ اسے لوگوں کو سکھائے گا تو اس کو ۷۰ صدیقین کا ثواب ملے گا۔

مدرسین کے اوصاف اور ذمہ داریاں: علم اللہ جل جلالہ کی صفات میں ایک اہم اور مہتم بالشان صفت ہے۔ اسی صفت علم کے بدولت رب کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت ارضی سے نوازا۔ علم کی اہمیت کے پیش نظر تعلیم و تدریس کا عمل بھی اپنی افادیت کے اعتبار سے دینی و معاشرتی عمل ہے۔

مدرسین و معلمین اس کائنات میں بڑے اور اللہ تعالیٰ کو محبوب لوگ ہیں اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ بڑے لوگوں کی بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ مدرسین اور معلمین معاشرے کے اہم ستون اور وہ بنیادی محور و مرکز ہیں جس کے گرد

تمام تعلیمی سرگرمیاں گردش کرتی ہیں اسلئے معلم کے بغیر تعلیمی سرگرمیوں کا تصور بھی ممکن نہیں۔ چنانچہ ماہرین تعلیم کا کہنا ہے کہ خوشحال معاشرہ کی تشکیل بغیر معلم (استاد) کے ممکن نہیں۔ اسلئے کہ معلم انسان کو حیوانی درجے سے بلند کرکے زمین پر اللہ تعالیٰ کے نائب کے منصب پر فائز کرنے میں مددگار رہتا ہے۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی تربیت کرتا ہے۔ بچوں اور بڑوں سب کو راہ راست پر چلنے اور اپنے رب کے مطیع اور فرمانبردار بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا دنیا کے وجود میں آنے کے بعد ہر دور کے ماہرین نے تدریسی عمل کو اپنے اپنے انداز و نظریات کے فریم ورک میں مفید سے مفید تر بنانے کے مساعی کیئے تاکہ ان پر عمل پیرا ہونے سے خوب سے خوب تر نتائج و مقاصد حاصل کیئے جاسکیں۔ تہذیبی اور صلیبی کشمکش سے بھرپور اس پرفتن دور میں غیر مسلم قوتیں تعلیم و تدریس کے میدان میں بھی مسلمانوں پر اپنے افکار، طرز تعلیم مسلط کرنے کے درپے ہیں۔ بدقسمتی سے جن طرق ہائے تدریس کو اغیار اپنا کر لفظ بہ لفظ اس پر عمل کر رہے ہیں وہ مسلم دنیا ہی کے مایہ ناز محققین، مفکرین مثلاً امام غزالیؒ شاہ ولی اللہ اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ جیسے سپوتوں کے وضع کردہ ہیں۔ یہی صورتحال زندگی کے تمام شعبوں میں ہے کہ اسلام کے کئی اعلیٰ وارفع روایات و نظریات اور خوبیوں کو غیروں نے اپنا کر بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کو اپنے اپنے راہنماؤں کی طرف منسوب کردیا۔ جبکہ اکثر اسلوب و طریقے ہمارے مذہب ہی کے طرۂ امتیاز ہیں۔ امام غزالیؒ کی علمی کاوشوں کا زمانوں سے آپ آگاہ ہیں، اپنے طریقہ تدریس کیلئے جو اصول وضع کیئے اگر ان پر ہم عمل کریں تو بہترین انمول موتی نئی نسل میں ہمیں میسر آسکتے ہیں۔ ان کے اصول تدریس کے چند اہم اور ضروری امور کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں۔

ایک کامیاب مدرس اور معلم کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر خیرخواہی کا جذبہ پیدا کرے، رسول اللہ ﷺ سے حضرت تمیم داریؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ **الدین النصیحة للّٰہ ولکتابه ورسوله ولائمة المسلمین وعامتهم** (مشکوٰۃ) یعنی دین اسلام خیرخواہی ہے ہم نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کن کے لئے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کیلئے اس کی کتاب کیلئے اس کے رسول کیلئے اور ائمہ مسلمین کیلئے اور عام مسلمانوں کیلئے۔

للّٰہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے احکام کو مانا جائے اس کو وحدہ لاشریک تسلیم کیا جائے اس کے ساتھ ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے

لکتابه: کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی بھیجی ہوئی کتاب پر عمل کیا جائے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام مانا جائے اس کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا جائے اپنے خاندانی، معاشرتی، ملکی اور علاقائی مسائل اور تنازعات اللہ تعالیٰ کی اس نازل کردہ کتاب کے مطابق حل کیئے جائیں یعنی اپنا پورا نظام اس عظیم الشان کتاب کے زرین اصول اور قانون کے مطابق چلایا جائے۔

ولرسوله کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ محسن کائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قولی، فعلی

اور تقریری سنتوں کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بنا کر اس کے مطابق اپنی ۲۴ گھنٹہ زندگی بسر کی جائے۔

ولائمة المسلمین کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے مسلمان سربراہ اور حکام کی اطاعت کی جائے اسلامی مملکت کے وضع کردہ قوانین کا احترام کیا جائے تاکہ لاقانونیت سے بچا جائے

اگرچہ بعض اہل علم نے ائمۃ المسلمین سے مراد مجتہدین لیا ہے۔یعنی اسلامی تعلیمات کی پیروی ائمہ مجتہدین کی روشنی اور اتباع میں کی جائے اور اسی کا نام تقلید ہے اس لئے کہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تقلید کی تعریف **اتباع الروایات دلالۃ** سے کی ہے اور یہ تعریف سب سے عمدہ اور بہترین تعریف ہے۔

اور **عامتھم** کا مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آئیں اور وہ کام کئے جائیں جو تمام مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ہوں اس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو

(۱) لہذا ایک مدرس کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دینے اور ان کی صحیح تربیت کرنے اور ان کی اصلاح کرنے میں بھی خیر خواہی سے کام لے اس لئے ہر مدرس اور استاد اپنے شاگردوں کی صحیح تربیت کرے ان کی تعلیم اور اصلاح پر پوری توجہ دیں۔ان کے اسباق کا پورا پورا خیال رکھے۔

(۲) خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ ساتھ ایک استاد میں رحمت کی صفت بھی ہونی چاہیے کہ اس کے دل میں اپنے شاگردوں کیلئے رحمت اور شفقت کا جذبہ ہو قرآن پاک کی آیت الرحمٰن علّم القرآن الخ میں اسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔اسلئے استاد کو اپنے طلباء کی بے وقعتی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کی تحقیر کرنا مناسب ہے اور نہ خواہ مخواہ ان پر سختی کرنا درست ہے۔معلم کا کام اپنے طلباء اور شاگردوں کو نفع پہنچانا ہے اور بے جا سختی' بے پروائی اور بے وقعتی میں نفع ختم ہو جاتا ہے' یا کم از کم ناقص رہ جاتا ہے اور تشدد سے بچہ میں بری عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

حضور ﷺ کے اس ارشاد پر ہمیں عمل کرنا چاہیے کہ اسطرح شفیق ہونا چاہیے جیسے ایک باپ اپنے بیٹے پر اور استاذ اپنے روحانی بیٹوں کے اخلاق و سیرت کے نگہبان اور ان کی اصلاح پر مامور ہوتے ہیں۔

احیاء العلوم فصل پنجم ص ۷۷ میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شاگرد کے سامنے بیان کرنے میں اس کی سمجھ پر کفالت کرتے ہوئے ایسی بات اس سے نہ کہے جس تک اس کی عقل کی رسائی نہ ہو۔ورنہ وہ اس سے متنفر ہو جائے گا۔انہی امور کو مغربی مفکرین نے تدریس کی کامیابی کے لئے لازمی شرط قرار دیا ہے۔

امام غزالیؒ اور مسلمان مفکرین اخلاقی تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں' مذہبی تعلیم فرد کو اصولوں اور احکامات سے شناسا کرتی ہیں جبکہ اخلاقی تعلیم انسان کو معاشرہ کے اندر رہ کر دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا اور اپنے فرائض سکھاتی ہے۔اسلام میں مذہبیات اور اخلاقیات دونوں کی بنیاد قرآن ہے' لیکن ان معاشروں میں جہاں مذہب انسان کی اپنی ذات تک محدود ہے اس کا مقصد صرف مرنے کے بعد جنت کا حصول ہے' اخلاقی تعلیم اگر نہ ہو تو انسان کا

انسان بننا تو دور کی بات جانوروں سے بھی نیچے گر جاتا ہے جسکی مثالیں روزانہ آپ جرائم کی دنیا میں دیکھتے ہیں۔

(۳) تعلیم المتعلم علامہ برہان الدین زرنوجیؒ نے طالب علم کو استاد کے انتخاب کے وقت چند امور کا پابند بناتے ہوئے فرماتے ہیں: طالب علم کو ایسے شخص کی شاگردی کرنی چاہیے جو اچھا عالم پرہیزگار اور سن رسیدہ ہو۔ استاد کے تعین کرنے سے پہلے ماہرین سے مشورہ کرنا چاہیے جب انتخاب ہو جائے پھر صبر واستقامت سے اس کے حلقہ تلمذ میں شامل رہے۔ کلاس میں شریک سبق کا انتخاب بھی سوچ سمجھ سے کرے، سبق کا ساتھی ایسا ہو جو محنتی، پرہیزگار، سمجھدار ہو، لاابالی، مہمل اور آوارہ جیسے مذموم صفات کا حامل نہ ہو۔

(۴) خیر خواہی یہ بھی ہے کہ اپنے طلباء کے لئے دعوات بھی کئے جائیں، اس لئے کہ دعا سے طالب علموں کے علوم میں برکت آتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی کریم ﷺ کے شاگرد تھے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا اللّٰھمّ علّمه الکتاب اے اللہ اس کو قرآن کا علم عطا فرمادے (صحیح بخاری)

(۵) اسی طرح ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ طالب علموں کے اچھے اسباق اور اچھے اخلاق پر دل جوئی کرے اس سے طالب علم کے شوق اور جذبہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خواب میں مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا پھر بچا ہوا دودھ عمرؓ کو دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا حضور ﷺ اس کی تعبیر کیا ہوئی؟ فرمایا دودھ سے مراد علم ہے۔ (صحیح بخاری) اس روایت میں حضور اقدس ﷺ کا بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو دینا اس کی دل جوئی کی واضح دلیل ہے۔

(۶) اسی طرح ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ طلباء کو اسباق میں ناغہ نہ کرنے دے۔ اور اگر کسی مجبوری کے تحت ان سے ناغہ ہو بھی جائے تو پھر دوسرے اوقات میں اس کی تلافی کا انتظام کرے اور جتنی ان میں صلاحیت اور استعداد ہے اس کے اعتبار سے اسباق کی مقدار مقرر کرنی چاہیے ۔صحیح بخاری شریف میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں حدّثوا الناس بما یعرفون أتحبون أن یکذّب اللّٰه ورسوله (صحیح بخاری) یعنی لوگوں سے ایسی بات کرو جو وہ سمجھیں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے۔ ان کے فہم اور استعداد کے مطابق عبارات کی تشریح کریں اور اسلاف کا طریقہ تدریس ہمارے سامنے ہونا چاہیے۔ امام شافعیؒ کے شاگرد ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ مجھے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں تجھے علم گھول کر پلا سکتا تو ضرور پلادیتا

(۷) اور جب تک ان کو گزشتہ سبق یاد نہ ہو تو محض آگے دوڑ اور پیچھے چھوڑ پر عمل نہ کیا جائے بلکہ ان کو سبق یاد کرانے کی کوشش کی جائے اور جو سبق آج پڑھایا تو دوسرے دن وہ سبق ان سے سنا جائے یا گزشتہ سبق کے متعلق چند سوالات کی صورت میں جوابات طلباء سے پوچھے جائیں۔

(۸) ہفتہ میں ایک دن ضرور مقرر کیا جائے جس میں طلباء سے ہفتہ بھر کے گزشتہ اسباق کے متعلق سوالات کئے جائیں تا کہ ان کو اسباق یاد رہیں۔

(۹) اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے شاگردوں کو پیار اور محبت سے سمجھائیں لیکن اگر حسب موقع مثلاً اگر کسی طالب علم سے کوئی نامناسب امر سرزد ہوا تو اس کو مناسب سزا دی جائے جس میں اس کی تربیت اور اصلاح کا زیادہ فائدہ ہو۔ غیر مناسب سزا سے نہ صرف شاگرد کی تربیت و تعلیم متاثر ہوتی ہے بلکہ اس کی شخصیت کے متاثر ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ بعض اوقات آپ حضرات نے محسوس کیا ہوگا کہ بدترین سزائیں دینے کی صورت میں بعض متعلمین مستقل طور پر ناکارہ بن کر ان کے جسمانی، ذہنی، جذباتی قوتیں معطل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید دور کے ماہرین تعلیم و نفسیات مولانا عبدالبرؒ اور امام غزالیؒ کے اصولوں پر چل کر سزا کی مخالفت کرتے ہیں۔ آج جدید دور کے اصلاحی تصورات پر عمل کرتے ہوئے اکثر ترقی یافتہ ممالک کے تعلیمی اداروں میں سزا پر قانونی پابندی لگوادی گئی ہے، امام غزالیؒ نے بداخلاقی، بے راہ روی، کجی کی عادتوں سے منع کرنے کے لئے سزا تجویز کی ہے لیکن یہ تب جب ترغیب کے سارے راستے نتیجہ خیز ثابت نہ ہوں۔

(۱۰) اگر کوئی طالب علم سبق سمجھنے کے لئے کوئی سوال کرے تو اس پر استاد کو ناراض نہیں ہونا چاہیے، بلکہ خندہ پیشانی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دے تاکہ طالب علم اپنا سبق سمجھ سکے۔ تدریس میں شاگرد کے سوالات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ تعلیم کا بنیادی مقصد شاگرد کی ذہنی نشوونما کرنا ہے اور اس کا موثر ذریعہ سوالات ہیں۔ طلباء میں اس کے ذریعے مزید معلومات کی خواہش پیدا ہوتی ہے، اس سے طلباء و استاد کا اشتراک پیدا ہونا۔ طلباء کے تعلیمی مشاکل کو حل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ سوالات اگر اساتذہ کی طرف سے ہوں یا تلامذہ کی جانب، ان سے غور و فکر و تجسس کا مادہ طلباء میں بڑھ جاتا ہے۔

صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جب جناب نبی کریم ﷺ ایسی بات فرماتے جو ان کو معلوم نہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ سے اس کے متعلق برابر پوچھتیں اور سوال کرتی تھیں اور آنحضرت ﷺ ام المؤمنین کو جواب دیتے یہاں تک کہ آپؓ وہ بات سمجھ جاتیں۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حساب میں گرفتار ہوا وہ عذاب میں مبتلا ہوا تو ام المومنین حضرت صدیقہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا یحاسب حساباً یسیراً کہ حساب آسان کیا جائے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں پیشی مراد ہے۔ ورنہ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا تو وہ ہلاک ہوگیا۔ یہ روایت ہمیں صاف اور واضح تعلیم دیتی ہے کہ اگر استاد کی تقریر میں کوئی بات ایسی ہو جو طالب علم کی سمجھ میں نہ آئے یا تقریر میں کوئی شبہ ہو تو طالب علم کا یہ حق ہے کہ وہ اس نکتہ کے بارے میں استاد سے سوال کرے اور استاد خندہ پیشانی اور پیار و محبت سے اسکا جواب دے۔ ہمیں وہی انداز جس کا مظاہرہ سرکار دو عالم ﷺ نے بحیثیت کامل اور عظیم معلم کے فرمایا: جیسے ایک مرتبہ ایک صحابی نے مسجد آتے ہوئے دور سے دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے اور جماعت کے شرکاء رکوع میں مصروف ہیں تو جس جگہ پہنچا اسی جگہ نیت کر کے رکوع میں شامل

ہوا۔ پھر آہستہ آہستہ چل کر رکوع میں شامل ہوا۔ نماز کے اختتام پر اس نے حضور ﷺ سے ذکر فرمایا تو آپ ﷺ ٹوکنے اور ڈانٹنے کی بجائے پہلے صحابی کی حوصلہ افزائی فرمائی اور پھر فرمایا "زادک اللہ حرصا" اللہ تیری نماز و جماعت کے ذوق وشوق کو مزید بڑھائے پھر فرمایا" لا تعد" اس ایک ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ طالب علم کی غلطی پر بھی اس کے اسی پورے عمل میں جو جائز پہلو حوصلہ افزائی اور تعریف کا ہو اسے تلاش کر کے اس کی حوصلہ افزائی کی جائے ۔ پھر استاد کی طرف سے جو بات بطور نصیحت و اصلاح ہو وہ اس کے دل میں جاگزیں ہو کر آئندہ محتاط رہے گا (ہمارا معاملہ شاگرد کیساتھ اسکے برعکس ہوتا ہے) جیسے کہ پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں کہ تعلیم دینے والے استاد کی حیثیت بھی ایک مشفق باپ اور مربی کی طرح ہے اس پر لازم ہے کہ شاگردوں کے اخلاق حسنہ اور تربیت کی طرف خصوصی توجہ دے یہ تب ہوگا کہ استاد خود ان اوصاف حمیدہ کا حامل ہو ورنہ پھر ہم بھی "لم تقولون مالا تفعلون" اور اُتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کا مصداق بن کر ہماری نصیحت بے اثر رہے گی۔ سید الانبیا ﷺ کے اخلاق کے بارہ میں سوال کرنے پر حضرت عائشہؓ کا فرمانا کان خلقه القرآن یعنی قرآن میں نازل کردہ اخلاق حسنہ کے حضور ﷺ روئے زمین پر چلنے والے مجسم قرآن تھے پھر نتیجہ آپ کے سامنے ظاہر ہے عرب کے اس وقت کے بدو جاہل آسمان رشد و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن گئے۔

(۱۱) ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ طالب علم کے کسی اشکال پر ناراض نہیں ہونا چاہیے ہاں اگر کوئی فضول سا سوال ہو تو اس پر ناراض ہونا بھی جائز ہے۔

(۱۲) اسی طرح ایک کامیاب مدرس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اول تا آخر تعلیم میں تطابق (یکسانیت) پیدا کرے اور کتاب کو اس طرح پڑھائے کہ کتاب میں کوئی بھی اہم بحث رہ نہ جائے۔ یہ بہت ہی غلط طریقہ ہے کہ ابتداء میں ماہ' دو ماہ بڑی بڑی تقریریں ہوں اور بعد میں صرف عبارت پر اکتفاء ہو۔ کتاب کے پڑھانے کیلئے عمدہ اور دل نشین طریقہ اختیار کریں۔ اور کتاب کے حل کرنے میں قطعاً تسامح سے کام نہ لیا جائے اور حل کتاب میں فن کی مہمات کی طرف طلباء کی توجہ دلائیں۔

(۱۳) اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ طلباء میں علمی ذوق پیدا کریں انکو مطالعہ تکرار کی طرف توجہ دلائیں اور ان پر مطالعہ کی اہمیت اجاگر کرنے کیساتھ ساتھ انکو انہماک کیساتھ مطالعہ کرنے کی تلقین کریں محمد بن سماعہؒ امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے خاص شاگرد ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ کے مطالعہ میں انہماک کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کو سلام کرتا تو انہماک کی وجہ سے جواب میں اسکو دعا کرنے لگتے۔ امام محمدؒ کے نواسے فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ کی وفات کے بعد میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ نانا جی جب گھر میں رہتے تو کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کوٹھری میں قیام فرماتے تھے اور ارد گرد کتابوں کا انبار لگا رہتا تھا میں نے مطالعہ کے وقت انکو بولتے ہوئے نہیں دیکھا رات کا اکثر حصہ مطالعہ میں گزارتے تھے کسی نے انکی کم خوابی کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کیف انام قد

نامت عیون المسلمین توکلاً علینا یقولون اذا وقع لنا امرا رفعنا الیہ فیکشفہ لنا فاذا نمت ففیہ تضییع الدین.

امام محمدؒ کا یہ مقولہ ہر استاد کو یاد رکھنا چاہیے اسلئے کہ طلباء ہمارے پاس امانت ہیں لوگوں نے انہیں ہمارے مدارس میں داخل کیا ہے اس لئے ہمیں ان کی بہت اچھی تربیت کرنی چاہیے۔

ان کے لئے ان کی استعداد کے مطابق کتابوں کا انتخاب کیا جائے اور پھر وقتاً فوقتاً ان سے ان کتابوں کے حوالہ سے پوچھا جائے ذوق مطالعہ کیلئے اپنے اکابرین کے سوانح کے انتخاب سے طلباء میں علمی ذوق بڑھے گا۔

(۱۴) طلباء میں استعداد پیدا کرنے کیلئے ان سے چند باتوں کا التزام کرایا جائے تو طالب علم کو سبق یاد ہو یا نہ ہو استعداد ضرور پیدا ہوگی۔

۱۔ طالب علم سے آئندہ پڑھنے والے سبق کا مطالعہ کرایا جائے۔ ۲۔ اسکے سامنے یہ بات رکھی جائے کہ وہ حاضر دماغ ہو کر استاد کے درس کو سُنے۔ ۳۔ سبق پڑھنے کے بعد اس سبق کو ایک مرتبہ زبان سے دوبارہ پڑھنے کی عادت طالبعلم میں ڈالنے کی کوشش کی جائے۔

(۱۵) مدرس کی ذمہ داری ہے کہ وہ کلاس میں جانے سے پہلے سبق کی تیاری کرے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر تیاری کے معلم (مدرس) اپنے طلباء کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا۔ علامہ کے اصول پر آج مغربی دنیا میں ماہرین تعلیم سو فیصد عمل کرتے ہیں۔ اور تمام تربیتی اداروں میں ان اصولوں پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کی جاتی ہے۔

(۱۶) ایک مدرس میں یہ صفت انتہائی ضروری ہے کہ وہ بے غرض انسان ہو، تعلیم دینے میں اس کے مدنظر صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی ہو، دل میں شہرت، دولت وغیرہ کی خواہش نہ ہو اور خوب دل جمعی کے ساتھ طلباء کو تعلیم دے، طلبا کو ٹرخانے کی کوشش نہ کرے۔

(۱۷) استاد میں یہ خوبی بھی ضروری ہے کہ اگر درس میں کوئی غلطی ہو جائے تو فوراً اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرے اور اپنی غلط بات سے رجوع کرے، اس طرح کرنے سے طلباء کو اپنے استاذ پر اعتماد رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے استاد سے جو کچھ سنتا ہوں صحیح اور درست سنتا ہوں اور اگر اپنی غلط بات سے باوجود مطلع ہونے کے رجوع نہ کیا گیا تو ایک تو گناہ کا ارتکاب ہوگا اور دوسرا جب طالب علم کو استاد کی غلطی کا پتہ چل جائے گا تو اس کے دل میں استاد کے خلاف نفرت پیدا ہوگی۔ تیسرا چونکہ استاد کا اپنے شاگرد پر اثر ہوتا ہے تو اس ہٹ دھرمی کا اثر اس کے شاگرد پر ہوگا اور استاد سنّ سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها (الحدیث) کا مصداق ہوگا۔ چہارم اور اس طرح کرنے سے شاگردوں کے حقوق کی بھی حق تلفی ہوگی۔

لہٰذا جب کوئی استاد ان ذمہ داریوں کے ساتھ طلبا کو سبق پڑھائے گا تو اس کے شاگرد مایہ ناز طالبعلم ہوں گے اور ان میں یقینی طور پر استعداد پیدا ہوگی۔